Vol.2No.3 2019
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

رفعت عباس کی شاعری کا جدید سماجی اور عصری منظر نامہ

Badar Masood Khan[1]
Wasif Latif[2]

Modern social and contemporary scenario of Riffat Abbas's poetry

ABSTRACT

Tradition of modern poetry has been the topic of glow and light in Modern Siraiki/ Punjabi poetry. In the verses of this poetry Siraiki/ Punjabi Wasaib seems to be talking and whirling all around. Every person is too much involved and interested to look into the inner of common, innocent and poor people. Reason is that these common people have been in the prey in the clutches of tyranny. These simple people earn their living by working in the fields of landlord, Sardaars and Wadairas, they also remain busy in making household items like Parchay, Toakray, Chagg, Taddis etc, and they love their land from the core of their hearts. Foreign invasion and tyranny of local Tumandaars make their lives sympathetic. They are forced to live like slaves and Gypsies. They were given the identity like Bheil, Santhal, Moor, Mohanay, Kottaney etc. Land lords and even so called religious authorities make them away from the love of their Lord, Allah Almighty. Riffat Abbas brought such people in the land of love, peace and harmony. He tries to introduce common people with their loves and eternal Lord, Allah Almighty. He tries to spread happiness around the lives of common men.

Keywords: *Riffat Abbas, Siraiki, Punjabi, Wasaib, Wadairey, Bheil, Chagg, Parachay, Tookerey, Moor, Mohaney.*

جدید سرائیکی / پنجابی شاعری میں رفعت عباس کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ آج کی شاعری ایک ایسے دور میں داخل ہوتی دکھائی دیتی ہے جو عہد حاضر کے فرد کی حقیقی ترجمان ہے۔ سماجی اور عصری تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ سیاسی اور اقتصادی ماحول نے اس دور کے انسان کو نئے جہان کے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔ اس دور کی شاعری میں جہاں وسواس، خوف، تفکرات اور اندیشے گوشت پوست کے انسان کو اندر سے کھوکھلا کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ معاشی، معاشرتی، سیاسی اور سماجی استحصال ان کا مقدر بنا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ وہاں سادگی بھی ہے اور خوشیاں بھی موجود ہیں۔ محدود وسائل رکھنے والے ان لوگوں کی خواہشیں بھی محدود ہیں۔ زمانے کے دکھ درد اور تکالیف ان کی راہ کی رکاوٹ نہیں بنتے۔

رفعت عباس نے اپنی شاعری میں جہاں وسیب کے لوگوں کی دکھ بھری زندگی کو بیان کیا وہاں دھرتی کی خوبصورتی اور لوگوں کے قناعت پسندانہ روایے کو بھی نمایاں جگہ دی ہے۔ سادہ زندگی بسر کرنے والے یہ لوگ اپنی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو بھی بھرپور طریقے سے مناتے دکھائی دیتے ہیں۔ روپے پیسے کی ہوس، دھن دولت کا ڈھیر، عیش پرستی کا ان کی زندگیوں میں دور دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ رفعت عباس نے قدیم سرائیکی تہذیب و ثقافت عہد حاضر کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔ اُن کی شاعری پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میلے ٹھیلوں، ٹھیڑوں، جھمروں، لوک کھیلوں اور تماشوں میں خود انسان اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے۔ یہ کہانی اس کی اپنی بپتا دکھائی دیتی ہے۔

---

[1]Assistant Professor, Department of Siraiki, The Islamia University of Bahawalpur.

[2]Lecturer, Department of Punjabi, GC University, Lahore

Vol.2No.3 2019
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ایسے لگتا ہے جیسے ان کھیل تماشوں کا اس کی زندگی کے ساتھ کوئی ازلی ابدی رشتہ موجود ہے۔ شاعر تصوف اور تاریخ کی روایت کو نیا جنم دیتا دکھائی دیتا ہے۔ زندگی کی علامت پانی، دریا اور بیڑی (کشتی) کا انسانی زندگیوں میں بہت بڑا کردار رہا ہے۔ خواب دیکھنا انسانی فطرت ہے۔ کبھی یہ خواب محض خواب ہی رہ جاتے ہیں اور کبھی تعبیر سے ہمکنار بھی ہو جاتے ہیں۔ سرائیکی خطے میں بہنے والے دریا ماضی میں اپنی بھرپور روانی سے بہتے رہے ہیں اور کبھی کبھی ان کا بہاؤ چھل (سیلاب) کی صورت بھی اختیار کرتا رہا ہے۔ ایسے منظر نامے کو شاعر رفعت عباس یوں بیان کرتے ہیں:

بیڑیاں رنگن دے موسم وی پانیاں دے وچ لنگھے

یاد رہیاں بس اُڈدیاں کونجاں وِسر گئے سبھ کنڈے

نہ بن لیراں، سونہیاں گونہیاں نہ ہن پکھی جانوں

ٹوکرے ونڈ دے ونڈ دے اساں وی کن دریاواں ٹھیلے

پڑچھیاں اُتے پھلاں دا کم کہیں کہیں کوں ہے آندا

ون سوّنے خواب تاں رفعت سبھ نے ڈٹھے ہوندے (1)

رفعت عباس کی شاعری میں نئے روپ کا جہان نئے موضوعات کی سوکھڑی لیے آموجود ہوتا ہے۔ اپنی تہذیبی ثقافتی شناخت پر فخر کرنا اور دیسی ہنر کو اپنی پہچان بنانے کا عمل روایت کا حصہ رہا ہے۔ وسیب میں ایک طرف جہاں کرش ڈیوایا جیسی تنظیمیں وجود پا رہی تھیں وہاں رفعت کا میرو، ممدو، حاتو اور ڈیوایا ہیرو کا روپ دھارتے نظر آتے ہیں۔ فصل کاٹ لینے کے بعد میلے ٹھیلوں کا رواج ہماری ثقافت کی پہچان ہے۔ وسیبی لوگ ان میلوں ٹھیلوں میں بھرپور انداز میں شرکت کرتے ہیں۔ اچھی فصل ہو جانے پر رب تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا انداز بھی بہت نرالا ہوتا ہے۔ جھمریں کھیل کر اور رقص کرتے ہوئے یہ لوگ شکر بجالاتے دکھائی دیتے ہیں۔

اگر کبھی موسم مہربان نہ ہو اور کٹائی کے موسم میں تیز بارشیں شروع ہو جائیں تو فصل خراب ہو جاتی ہے۔ پیداوار بہت کم ہو جاتی ہے۔ لوگوں کی زندگیاں قرضوں کے مزید بوجھ تلے دب جاتی ہیں۔ بارشوں کا بوجھ روہی چولستان، تھل اور تھر کی دھرتی برداشت نہیں کر سکتی۔ روزی روٹی کمانے کا واحد ذریعہ بھی معدوم ہوتا دکھائی دینے لگتا ہے۔ وسیب کا سارا منظر نامہ ہی تبدیل ہو جاتا ہے۔ وسیبی میلوں کی رونقیں بھی ماند پڑ جاتی ہیں۔ لکھتے ہیں:

ایں پھیریں او میلہ تاں بس جیویں رلیا رلیا

کنکاں کپن دا موسم وی بارشاں دے وچ لڑھیاں

اوتاں اج کوئی نقلی دے من گالھ پرانی وس گئی

Vol.2No.3 2019
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

نواں تماشا کرناں اونکوں او کھاتاں نہ ہئی پیا

اپنی دھن وچ واہندی دنیا اینویں تاں نئیں جیندی

رِچھ نچیندیاں ہویاں رفعت آپ وی نچنا پوندا (2)

رفعت کی شاعری میں خود کلامی اور خدا کلامی مقامیت کے رنگ میں رنگی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ مذہب کی نئی تفہیم وجود پاتی دکھائی دیتی ہے۔ ماضی میں آسان مذہبی عقائد کو قاضی اور ملاں نے اپنے کاروبار کو قائم رکھنے کے لیے اپنے وسیبی لوگوں کے لیے نہ صرف پوشیدہ رکھا بلکہ اُن کے مطالب اور تفاہیم تک کو بدل دیا گیا۔ بندے اور اس کے خالق کے درمیان جو مضبوط اور پختہ تعلق قائم ہونا تھا اس سے لوگوں کو دور کر دیا گیا۔ رب تعالیٰ کے وصف رحمان اور رحیم سے بندے کو آشنائی تک نہ دی گئی اور صرف قہار کے وصف کو بیان کر کے بندے اور اس کے محبوب رب کے درمیان رکاوٹیں کھڑی کی گئیں۔ آج کا بندہ جب ان شیطانوں کے چنگل سے آزاد ہوا ہے تو اس نے شعوری سطح پر اپنے خالق، مالک حقیقی اور سب سے زیادہ پیار کرنے والی ہستی کا روپ دیکھا ہے تو وہ حیران ہو گیا ہے۔ اس کی آنکھیں خوشی سے جھوم اٹھی ہیں۔ اس کی کائنات ہی بدل گئی ہے۔ ریاکار ملاں نے بندے کو اپنے رب کا قرب ہی نصیب نہ ہونے دیا تھا۔ لکھتے ہیں:

آدم کئیں بنایا، ہک ڈینھ آپ بنایم

نویں سروں توں باغ لگایا، نہراں وی وگائم

مور دے وانگوں ڈٹھم نچ تے، وت ہک مور بنایم

کونج وانگوں کُرلایم پہلے، جوڑاوت رلائم (3)

صوفیانہ خیالات اور تصوف کی نئی جہت وجود پاتی نظر آتی ہے۔ خالق اور مخلوق کا حقیقی رشتہ مضبوطی کے بندھن میں بندھا دکھائی دیتا ہے جو کہ انسانیت کی معراج بنتا ہے۔ لکھتے ہیں:

اساں ڈٹھا ہے رب اونویں نئیں

جیویں ملاں توں ڈکھلایا ہئی

اوہ بہوں سوہنا، بہوں میٹھا ہے

اساڈے ویڑھے تیئں آیا ہئی (4)

بندے اور خالق کے درمیان جو محبت اور اپنائیت کا تعلق ہے وہ دنیا میں کسی اور ہستی سے پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ خالق اپنی مخلوق سے بے حد پیار کرتا ہے۔ اس پیار کی تلاش کے لئے دیکھنے والی آنکھ اور تڑپتا ہوا دل ہونا چاہیئے۔ خود کلامی اور ہم کلامی صوفی کا وصف ہوتا ہے۔ رفعت خود

Vol.2No.3 2019
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ایک صوفی ہے جس نے اپنے دکھوں کا مداوا اسی ذات حقیقی کو سمجھا ہے۔ ایسا کلام ایک کامل صوفی ہی کر سکتا ہے۔ جسے یقین کامل ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ اور بندے کے درمیان جو حقیقی رشتہ اور تعلق قائم ہے کوئی تیسرا ان کے درمیان آنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ لکھتے ہیں:

کوئی رب بہادر فوجی نئیں، جیڑھا ملک تے قبضہ کر گھنے

کوئی رب بھاڑے دا لشکر نئیں، جیڑھا جنگ کہیں دی لڑ گھنے

کوئی رب ابا ہلا حاکم نئیں، جیڑھا راہ ڑ دیاں کو دھر گھنے

سمہ سٹہ ٹیشن تے، میکوں آپ اللہ سئیں ٹکریا ہئی

میں ٹکر کھاندا بیٹھا ہم، بھر پیالہ ٹھڈے پانی دا

اوہ آپ اتھائیں آ گیا ہئی، آکھے اللہ ڈیوا یار اضی ہئیں

میں ڈیکھ تے اونکوں کھل پیا ہم، اوہ میکوں ڈیکھ تے کھل پیا ہئی

اَج کھڑی بھر انواں پچھدی ہے، بھلا ڈس تاں سہی اللہ کیویں ہے

او تیئں جیہاں ہئی یا میں جیہاں ہئی (5)

محبت اور انس کا جذبہ ازل سے بندے اور رب کے درمیان موجود ہے۔ رب نام ہی محبت کا ہے۔ مفاد پرست نام نہاد ملاں نے اللہ پاک کا روپ محبت دکھایا ہی نہیں۔ وہ ذات تو شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ اس ذات سے بڑھ کو کوئی راز دار اور دلوں کا حال جاننے والا ہو ہی نہیں سکتا۔ جو اس پاک ہستی کی محبت میں ڈوب جاتا ہے وہ ہستی اس کے ہاتھ، مونہہ، ناک، کان اور آنکھیں بن جاتی ہیں۔ رفعت لکھتے ہیں:

منوں رب کہیں دا بدھیا نئیں، اینکو ملاں خود بدھوایا ہے

جیویں رب سرکاری بتی ہے، کڈئیں ساوی کڈائیں رتی ہے

جیکوں چوک اندر ٹنگوایا ہے

منوں رب مکے توں نئیں آیا، جو وت پچھو نہاں موڑ ڈیووں

منوں رب اتھاؤں دا پانی ہے، منوں رب اتھاؤں دی تانی ہے

ایہا تند اتھائیں جوڑ ڈیووں

ایہہ مچھی اپنی جل دی ہے، ایہہ ساول اپنے تل دی ہے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

منوں رب نہ کوئی عجوبہ ہے، منوں رب اساڈی محبوبہ ہے

ایہاسانگا کیویں تروڑ ڈیوں

تساں رب کوں منوں مکلا وچا، یااپنے نال وساوچا

بہوں میوہ کھاٹے ڑرھ دا ہے، منوں رب ون امر ود دا ہے

تساں ویڑھے وچ لگا وچا

ہک ماہنڑوں ڈاڈ کے ویلے دا، کھڑے بوہے اُتے سویلے دا

تہاکوں جان دا ہے بلوا وچا (6)

سندھ دھرتی کا آغاز سے ہی یہ المیہ رہا ہے کہ اس پر دھاڑیلوں، حملہ آوروں، اندرونی اور بیرونی دشمنوں کی یلغار رہی ہے۔ مقامی لوگوں کو مقامیت سے جدا کیا گیا، اپنی دھرتی سے انہیں جدا کر کے در بدر رہنے پر مجبور کر دیا گیا۔ وہ اپنے گھر ہوتے ہوئے بھی بے گھر کر دیئے گئے۔ پکھی واسوں اور خانہ بدوشوں کی زندگی ان کا مقدر بنا دی گئی۔ یہ لوگ پکھی واس، جھگی واس، مور، کہیل، بھیل، موہانے اور کٹانے بن کر جنگلوں اور دریاؤں کے کناروں پر جھگیاں بنا کر رہنے پر مجبور ہو گئے۔ تاریخ کے اس دور میں سارے گمان، سارے تلازمے اور علامتیں اپنا روپ بدلنے لگتی ہیں۔ علم اور ترقی کے معانی تبدیل ہونے لگتے ہیں۔ رفعت کی شاعری سماجی، عصری اور وسیبی زندگی کے ساتھ پیوست ہونے لگتی ہے۔ حملہ آوروں کی لوٹ مار کا منظر نامہ آنکھوں کے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے۔

سکندر مقدونی نے وسیب کے تاریخی قدیم شہر ملتان کو ایک بڑی فوج کی مدد سے تہس نہس کر ڈالا۔ ملتان کی ملوہی قوم کے لوگوں نے اس فوج کا جواں مردی سے مقابلہ کیا۔ سکندر کی فوج کو بندروں کی فوج کہہ کر نفرت کا شدید اظہار کیا گیا اور یوں رفعت عباس نے دھرتی کا قرض اتارنے کی کوشش کی ہے۔ لکھتے ہیں:

باندر اساڈے شاہر تانیں پل چھک آئے ہن

تے پہلے پھیریں من ساڈی تے راخس اساکوں آکھیا گے

باندر ہن مونڈھیاں اُتے گزرنال

سڑکاں تے قطار بدھی آندے ہن

کھڑکیاں تے لڑکدے، تاکیاں وچوں جھوٹرے

اناج تانیں تھیندے ہوئے بارود تانیں پُج گئے ہن

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.2No.3 2019

کپڑے دے تھان

ترکاری دیاں پچھیاں پیریں وچ گھلیندے ہوئے

بوہے تانیں پچ گئے ہن

باندر ساڈے بوہے تانیں پچ گئے ہن (7)

رفعت عباس نے اپنی شاعری کے ذریعے سادے، مظلوم، مجبور اور بے کس لوگوں کو قوت گویائی دینے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ عصر حاضر کا بھرپور بیانیہ لیے یہ شاعری سماج کا حقیقی منظر نامہ پیش کرتی دکھائی دیتی ہے۔

حوالاجات

1۔ رفعت عباس، پڑچھیاں اُتے بُھل، ملتان: مکتبہ اوراق، 1984ء، ص: 15۔

2۔ رفعت عباس، پڑچھیاں اُتے پھل، ص: 23۔

3۔ رفعت عباس، جھومری جھم ٹرے، ملتان: کتاب نگر، 1989ء، ص:9۔

4۔ گل عباس اعوان، ڈاکٹر، جدید سرائیکی شاعری، ملتان: جھوک پبلشرز، 2014ء، ص: 122۔

5۔ رفعت عباس، عشق اللہ سائیں جاگیا، ملتان: کتاب نگر، 2005، ص: 74۔

6۔ رفعت عباس، عشق اللہ سائیں جاگیا، ص: 46۔

7۔ رفعت عباس، پروبھرے ہک شہر وچوں، ملتان: بیکن بکس، 2002ء، ص: 30۔